# اگر آپ حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے تو
# اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے ایمان کی حفاظت فرماتا رہے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ رمئی ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ
قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى
شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ○ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ

فَفِیۡ رَحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ○ (آل عمران: ۱۰۳ - ۱۰۸)

اور پھر فرمایا:۔

آج ۲۶ رمئی کا دن ہے اور یہ دن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا دن ہے۔ یوں تو انبیاء کی پیدائش کے دن اور وفات کے دن جہاں تک مذہبی تاریخ کا تعلق ہے ان کی قوموں نے نہیں منائے۔ یعنی اس مستند تاریخ کا جہاں تک تعلق ہے جو قرآن کریم میں ملتی ہے اور جو صحف مقدسہ گزشتہ سے ملتی ہے۔ جہاں تک روایات کا تعلق ہے اور بعد میں جاری ہونے والی عادات کا تعلق ہے یہ دن ضرور منائے گئے اور آج بھی منائے جاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے سب سے پہلے تو میں جماعت کے سامنے یہ مضمون کھولنا چاہتا ہوں کہ انبیاء کی پیدائش اور وصال کے دنوں کی اپنی ایک عظمت ضرور ہے اور وہ دن شعائر اللہ میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ دن منانے ہوں تو شعائر کی نسبت کے ساتھ اسی شان کے مطابق منانے چاہئیں۔ یعنی ان دنوں میں خصوصیت کے ساتھ اللہ کا ذکر بلند کرنا چاہئے اور اس پیغام کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو پیغام لے کر یہ خدا کے برگزیدہ لوگ دنیا میں آیا کرتے ہیں۔ محض شمعیں روشن کرنا یا اچھے کپڑے پہننا یا اور خوشیوں کے اظہار گلیوں میں نکل کر کرنا ہرگز ان دنوں کے شایان شان نہیں ہے۔

پس اس پہلو سے ہمیشہ ہی جماعت احمدیہ کا یہی مسلک رہا ہے اور اگر چہ بعض اوقات ظاہری طور پر بھی جماعت احمدیہ نے آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے دن روشنیاں بھی جلائیں اور جھنڈیاں بھی لگائیں لیکن کچھ عرصے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اس رواج کو اسی خطرے کے پیش نظر ختم کر دیا کہ کہیں جماعت احمدیہ بھی ظاہری رسم و رسوم کا شکار ہو کر نہ رہ جائے اور ان مقدس ایّام کو جو شعائر اللہ ہیں، اس احترام کے ساتھ منانا چھوڑ دے جو درحقیقت ان کا حق ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے دن کی مناسبت سے میں نے آج قرآن کریم کی ان آیات کا انتخاب کیا ہے جن میں اس موقع کی مناسبت سے جماعت احمدیہ کے لئے اہم پیغامات ہیں اور اس مضمون پر غور کرتے ہوئے میں نے یہ سمجھا کہ دراصل اس میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے وصال کی پیشگوئی کی گئی تھی جو قریب آچکا تھا۔ یہ آیات سورہ آل عمران سے لی گئی ہیں اور

آل عمران کا اکثر حصہ آنحضور ﷺ کی آخری عمر میں نازل ہوا ہے اور بعض آیات تو آپ کے وصال سے کچھ دن پہلے نازل ہوئیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا تعلق آنحضرت ﷺ کے وصال کے قرب سے تھا اور اسی نسبت سے بعض اہم نصائح مسلمانوں کی گئیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے دن بھی میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان آیات کی زبان میں آپ کے سامنے خدا تعالیٰ کا منشاء رکھوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ایسا تقویٰ جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اور ہرگز نہیں مرنا جب تک کہ کامل طور پر مسلمان نہ ہو چکے ہو۔ یہاں دراصل حَقَّ تُقٰتِهٖ سے آنحضرت ﷺ کے تقویٰ کی طرف اشارہ تھا اور اس مضمون کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں بہت سے مفسرین نے بہت ٹھوکریں کھائیں اور بعض بنیادی غلطیاں کیں جس کا عالم اسلام کو نقصان پہنچا۔ ایک طرف وہ اس آیت کو پڑھتے تھے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ ایسا اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے۔ دوسری طرف اس آیت کو پڑھتے تھے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن:۱۷) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جہاں تک توفیق ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مضمون کو نہ سمجھ کر کہ پہلی آیت میں کس کے تقویٰ کا ذکر ہو رہا ہے یہ سمجھ لیا کہ بعد میں خدا نے آسانی پیدا کر دی اور مَا اسْتَطَعْتُمْ والی آیت نے حَقَّ تُقٰتِهٖ والی آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے مفسرین بھی اس غلطی میں مبتلا ہوئے اور جیسا کہ عام طور پر رواج ملتا ہے بعض غلط احادیث حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کر کے بیان کی جاتی ہیں۔ تو ایک روایت حضرت ابن عباس کی طرف بھی منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مَا اسْتَطَعْتُمْ والی آیت نے حَقَّ تُقٰتِهٖ والی آیت کو منسوب کر دیا۔ حالانکہ دوسری اس سے زیادہ مستند حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ملتی ہے کہ ہرگز ان میں تضاد نہیں ہے اور کسی آیت نے دوسری کو منسوخ نہیں کیا۔ بہر حال جو غلطی کھانے کی وجہ ہے وہ دراصل یہی ہے کہ اس مضمون کو نہیں سمجھ سکے کہ یہاں حَقَّ تُقٰتِهٖ سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی مثال پیش کی جارہی ہے اور چونکہ آپ کی وفات کا وقت قریب تھا اور آپ ہی وہ کامل مسلم تھے جو وفات پانے

والے تھے اس لئے اس عظیم واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا کہ اس راہنما کے تم متبع ہونے کا دعویٰ کرتے ہو جس نے خدا کے تقویٰ کا حق ادا کر دیا ہے اور جس کی وفات کامل اسلام پر ہوئی۔ پس تمہیں بھی چاہئے کہ تم اس کی پیروی کی کوشش کرو۔ پس دوسری آیت میں مَا اسْتَطَعْتُمْ سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس طرح تقویٰ کا کامل حق ادا کیا اس طرح تم وہ حق ادا کرنے کی کوشش کرو جہاں تک توفیق ہے۔ پس ایک آیت دوسری پر روشنی ڈال رہی ہے نہ کہ متضاد ہے اور مراد یہ ہے کہ تم لوگوں کی استطاعتیں مختلف ہیں۔ حَقَّ تُقٰتِهٖ اصل مضمون ہے جہاں جا کر بات کامل ہوتی ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو یہ توفیق نہیں مل سکتی بلکہ شاذ ہی کسی کو یہ توفیق مل سکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرح تقویٰ کا حق ادا کرسکو۔ پس تم پر یہ فرض ضرور ہے کہ یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرتے رہو اور اس حالت میں جو بھی مرے گا وہ اس آیت کے دوسرے حصے کو بھی پورا کرنے والا ہو گا کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی مُّسْلِمُوْنَ کا ایک معنی المسلمون ہے یعنی کامل طور پر مسلمان اور ایک معنی ہے اطاعت اور فرمانبرداری کی حالت میں جان دینے والے۔ پس مراد یہ ہے کہ اگر تم حضور اکرم ﷺ، یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کے تقویٰ کو نمونہ بناتے ہوئے ہمیشہ اس تقویٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو گے تو ایسی صورت میں جس حالت میں تم جان دو گے وہی حالت تمہاری مسلم کی حالت ہوگی اور تم خدا کے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شمار ہو گے۔

اب جہاں تک وفات کے مضمون کا تعلق ہے اس کے بعد لازماً ایسے خطرات قوموں کو درپیش آتے ہیں جس میں افتراق اور پھوٹ پڑنے کے ابتلاء سامنے آئیں اور نفاق پیدا ہوں اور قومیں جو ایک ہاتھ پہ اکٹھی ہوئی ہیں پھر منتشر ہونے لگیں۔ ہر بڑے راہنما کے وصال کے بعد ہر قوم کو یہ خطرات لاحق ہوا کرتے ہیں اور مذہبی دنیا میں خصوصیت کے ساتھ انبیاء کے گزرنے کے بعد قوموں کو بڑے ابتلا آیا کرتے ہیں کیونکہ اس شان کا راہنما پھر دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔ فوراً بعد اتنا بڑا خلاء دکھائی دیتا ہے کہ قومیں جس طرح کوئی بعض شہر یا ملک زلزلوں کا شکار ہو جایا کرتے ہیں اس طرح روحانی طور پر قوموں پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے۔ تو اس کے معاً بعد ایسی ہی نصیحت ہونی چاہئے تھی کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کے بعد تم لوگ افتراق کا شکار نہ ہو جانا بلکہ مضبوطی سے خدا

کی رسی کو تھام لینا۔ پس یہ ایسا ہی کیا گیا اور ان آیات میں اس مضمون کے بعد یہی مضمون باندھا گیا فرمایا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ دنیا کا سب سے بڑا متقی جو تقویٰ میں درجہ کمال کو پہنچنے والا تھا وہ کامل اسلام کی حالت میں خدا کے حضور حاضر ہونے والا ہے۔ تم اگر افتراق سے بچنا چاہتے ہو، اگر چاہتے ہو کہ اس کے وصال کے بعد وہ بلائیں تمہیں گھیر نہ لیں جو عموماً ایسے حالات میں قوموں کو گھیر لیا کرتی ہیں تو ایک ہی علاج ہے کہ ویسا تقویٰ پکڑنے، ویسے تقویٰ کے رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرو اور اس کے بعد اس کے نظام کی رسی کو اور وہ قدرت ثانیہ جو اس کے بعد ظاہر ہونے والی ہے اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ تقویٰ کا بھی یہی طریق ہے، تقویٰ اختیار کرنے کا بھی یہی رنگ ہے اور اختلاف سے بچنے کا بھی یہی گُر ہے۔ پس فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو وَلَا تَفَرَّقُوْا اور ہرگز افتراق نہ کرو۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ اس نعمت کے ذکر کا وقت اس وقت آتا ہے جب وہ نعمت ہاتھ سے جارہی ہوتی ہے۔ پس نعمت سے مراد نبوت ہے اور حبل اللہ سے مراد نبوت بھی ہے کیونکہ اوّل حبل اللہ وہی ہوتی ہے لیکن اس مناسبت سے اس مضمون کے تسلسل میں یہاں خلافت مراد ہے۔ فرمایا اس نعمت کو یاد کرو یعنی محمد مصطفی ﷺ جو نبوت لے کر آئے اور آپ بذات خود ایک مجسم نعمت تھے۔ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ کہ جب تم لوگ شدید دشمنیوں میں مبتلا تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ سخت عناد رکھتے تھے اور بھائی بھائی سے بٹا ہوا تھا اس وقت اس خدا کی نعمت نے تمہیں ایک ہاتھ پر اکٹھا کر دیا۔

پس آنحضرت ﷺ کی زندگی میں کسی اختلاف کا خطرہ نہیں تھا۔ نہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں کوئی اختلاف دکھائی دیتا ہے۔ یہاں مفسرین نے ایک اور ٹھوکر کھائی ہے اور جیسا کہ عادت پڑ چکی ہے اکثر مفسرین کو وہ فوراً آیت کی شان نزول ڈھونڈتے ہیں اور شان نزول اگر نہ ملے تو بعض بنانے والے وضعی شان نزول بنا لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فتنہ جو آجکل دنیا میں پھیلا ہوا ہے سلمان رشدی کے نام پر وہ اسی قسم کی مصنوعی شان نزول کے نتیجے میں پھیلا ہوا ہے۔ یعنی آیت کا انطباق اور حالات پر ہو رہا ہے اور مستقل نوعیت کی آیت ہے اس کو ایک فرضی واقعہ کے ساتھ باندھ کر ایک نہایت ہی فتنے کا مضمون پیدا کر دیا گیا۔

پس یہاں بھی مفسرین عموماً ایک ایسی روایت کو قبول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے غلام، انصار اور مہاجر سب اکٹھے بیٹھے ہوئے بڑی محبت سے ایک دوسرے سے پیار کی باتیں کر رہے تھے، ایمان کے تذکرے ہو رہے تھے، خدا کا ذکر چل رہا تھا کہ ایک یہودی وہاں پہنچا اور اس کو شدید تکلیف ہوئی۔ چنانچہ اس نے زمانہ جاہلیت کے وہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے جن کے نتیجے میں اوس اور خزرج قبائل کی پرانی دشمنیاں بیدار ہو گئیں اور وہ ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ یعنی ایسا نازک ایمان تھا ان کا، ایسی عارضی محبت تھی نعوذباللہ من ذالک کہ وہ خدا کے ذکر میں مگن اور مدہوش اور خدا کے پیار کی باتیں کرنے والے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد بیعت میں ایک جان ہوئے بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شریر نے پرانے زمانے کے اشعار پڑھ کے ان کی دشمنیاں بھڑکا دیں۔ ایسی فرضی، بیہودہ، بے سروپا روایات نے اسلام کی تاریخ کو داغ داغ کیا ہوا ہے اور کم فہمی کی وجہ سے باوجود نیکی کے، سادگی کی وجہ سے کہنا چاہئے بعض مؤرخین نے، بعض مفسرین نے آنکھیں بند کر کے یہ روایت قبول کر لی اور دشمن کو ناواجب حملوں کا موقع دیا۔ پس یہاں یہ مراد نہیں نہ اس آیت سے یہ منطوق دکھائی دیتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اس نعمت کے ہوتے ہوئے شدید اختلاف پیدا ہو جائیں بلکہ فرمایا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ یہ محمد مصطفیٰ ﷺ وہ نعمت کاملہ ہیں ایک وقت آئے گا کہ تمہیں ان کو یاد کرنا ہوگا اور وہ دن یاد کرنے ہوں گے جب خدا نے یہ نعمت تم پر نازل فرمائی اور ان کے طفیل تمہاری دشمنیوں کو محبتوں میں تبدیل کر دیا اور تمہیں ایک جان کر دیا اور ایک رسی میں تم باندھ دیئے گئے، ایک لڑی میں تم پروئے گئے۔ یہ وہ حالات ہیں ان کو یاد کرتے ہوئے جب خدا کے فضل کے ساتھ تم بھائی بھائی بن گئے، یہ بھی یاد کرو کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اس وقت تشریف لائے جب كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا تم گویا آگ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اس وقت آنحضور ﷺ نے اللہ کے فضل کے ساتھ تمہیں اس کنارے سے کھینچ لیا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اسی طرح خدا تعالیٰ تم پر اپنے نشانات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

پس یہاں مضمون کی مناسبت سے میں یہی سمجھتا ہوں کہ پہلی آیت میں جو میں نے تلاوت کی ہے آنحضور ﷺ کے وصال کی پیشگوئی تھی اور ایک انسان جو کامل وصال حاصل کرسکتا ہے جس کا آخری سانس رہتی دنیا کے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے ایک کامل نمونہ بن سکتا ہے اس رنگ میں اس وصال کا ذکر کیا۔ جواتنا کامل تھا کہ مفسرین نے دھوکہ کھالیا کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کوئی شخص تقویٰ کا حق ادا ہی نہیں کرسکتا اس لئے یہ آیت منسوخ ہونی چاہئے اور ایک دوسری آیت سے جس میں مَا اسْتَطَعْتُمْ کا ذکر تھا اس کو منسوخ بھی سمجھ لیا۔ حالانکہ اگر آنحضور ﷺ پر نظر جاتی تو ان کو معاً یہ یقین ہو جاتا اور اطمینان ہو جاتا کہ ہاں ایک شخص ایسا ضرور تھا جو حَقَّ تُقٰتِهٖ کے مطابق تقویٰ کا کامل حق ادا کر چکا تھا۔

بہر حال اس وصال کے بعد جو فتنے پیدا ہونے چاہئیں، عقل ان کو تسلیم کرتی ہے کہ ایسا ہونا چاہئے، دنیا کی تاریخ بتاتی ہے، ہر راہنما کے بعد افتراق ہوا کرتا ہے اسی افتراق کا ذکر ہے اور پھر نصیحت کی گئی ہے کہ اس افتراق کا اعلاج یہ ہے کہ اس عظیم نعمت کو یاد کرنا جس کے ہاتھ پر تم اکٹھے ہوئے تھے، جس نے تمہیں ہر قسم کی ہلاکت سے بچالیا تھا اور اس کی یاد تمہیں ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے پر مجبور کر دے۔ چنانچہ اختلاف کے وقت دراصل انبیاء کی محبت ہی ہوتی ہے جو اختلاف پر غالب آیا کرتی ہے اور اس کی محبت کے نتیجے میں جو تقویٰ پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے انسان فتنوں سے بچ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اکٹھا ہونے میں آنحضور ﷺ کا عشق دراصل کارفرما تھا۔ اتنا گہرا صدمہ تھا آنحضور ﷺ کے وصال کا کہ جہاں ایک طرف فتنے بھی سر اٹھا رہے تھے وہاں مومن اس وقت، ان لمحوں میں کسی اختلاف کی سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متفقہ انتخاب میں آنحضرت ﷺ کی محبت دراصل کارفرما تھی اور وہی نعمت تھی جس نے دوبارہ مسلمانوں کو فتنے سے بچایا۔

اسی طرح ہماری تاریخ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے معاً بعد تمام جماعت جو ایک ہاتھ پر اکٹھا ہوئی ہے اس میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کارفرما تھی اور وہی نعمت تھی جو دوبارہ مسلمانوں کی حفاظت اور مومنوں کو فتنے سے بچانے کے لئے کام آئی ۔ ورنہ فتنے کی جڑیں پہلے لگ چکی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ اختلاف کی تیاریاں پہلے ہی کر چکے

ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد خلافت ثانیہ کے دور میں ہی معلوم ہوتا ہے وہ فتنے دوبارہ جاگنے شروع ہو گئے تھے اور مؤرخین جو مجموعی طور پر آنحضرت ﷺ کے عہد اور بعد کے حالات کو دیکھتے ہیں وہ ایک تسلسل کے ساتھ بات بیان کرتے ہیں کہ کس طرح عربوں کی پرانی دشمنیاں اور قبائل کی ایک دوسرے کے ساتھ رقابتیں پہلے ہی سے بعض دلوں میں جڑ کر چکی تھیں اور وہ منتظر تھے کہ کب ان کو موقع ہاتھ آئے تو ان چیزوں کو ہاتھ میں لے کر اُچھال کر، دوبارہ زندہ کر کے پھر ہم اپنے مقاصد کو حاصل کرسکیں۔ پس معاً بعد رسول اکرم ﷺ کے معاً بعد یا دیگر انبیاء کی وفات کے معاً بعد گزرے ہوئے نبی کی محبت دوبارہ قوم پر احسان کرتی ہے اور وہی نعمت ہے جو ان کو دوبارہ فتنوں سے بچانے کا موجب بنا کرتی ہے۔

جماعت احمدیہ کو اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جس اتفاق پر زور دیا گیا ہے یہ اتفاق دراصل ایمان کی نشانی ہے اور حبل اللہ سے چمٹے رہنے کی ایک ظاہری علامت ہے ورنہ ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے میں اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اگر ہر شخص اپنے اس دعویٰ میں سچا ہو تو ایسی جماعت میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، ناممکن ہے۔ جہاں حبل اللہ پر ہاتھ کمزور ہو جائے اور گرفت ڈھیلی پڑ جائے وہیں سے انسان سرکنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر اختلاف کی راہیں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کے بعد مجھے کامل یقین ہے کہ خلافت راشدہ ہی حبل اللہ تھی اور اس حبل اللہ کے ساتھ تعلق میں جب بدقسمتی سے بعض لوگوں نے کمزوری دکھائی تو سب فتنے پیدا ہوئے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے دن سب سے اہم نصیحت جو جماعت کو کی جاسکتی ہے وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کے وصال کے تعلق میں مومنین کو کی تھی۔ **آپ لوگ مضبوطی کے ساتھ خلافت کی رسی کو پکڑ لیں اور کسی قیمت پر اس رسی سے الگ نہ ہوں۔** اختلاف تو ضرور پیدا ہوا کرتے ہیں قوموں کے درمیان۔ ایک گھر میں اختلاف ہو جایا کرتے ہیں لیکن گھروں کے اختلاف بھی تبھی دور ہوا کرتے ہیں اگر گھر کے معزز اور بڑے ایسے شخص کے ساتھ ہر گھر کے ہر شخص کا تعلق ہو جو اس گھر میں بڑے گھر کے طور پر ایک خاندان کے طور پر بستا ہے۔ مثلاً اگر ایک دادا ہے بڑی عمر کا اور اس کے سب بچے بھی اس گھر میں رہ رہے ہیں جس طرح

بعض دفعہ اجتماعی خاندانوں میں ملتا ہے کہ سب لوگ اکٹھے رہتے ہیں۔ اگر اس دادا کی عظمت دلوں میں قائم ہے، اس کا رعب دلوں میں قائم ہے اور اس کی محبت دلوں میں قائم ہے تو بھائیوں کے لاکھ اختلاف ہوں اس کے باوجود وہ خاندان اکٹھا رہا کرتا ہے۔ بعض دفعہ بعض خواتین خاندان کو اکٹھا رکھتی ہیں۔ ایک باپ کی وفات کے بعد یا دادا کی وفات کے بعد جو گھر کی بڑی خاتون ہے اگر اس کے اندر سلیقہ اور شعور ہو اور سعادت ہو تو اس کے نتیجے میں اولاد نے بھی وہی سلیقہ اور شعور اور سعادت پیدا ہو جاتے ہیں اور اس خاتون کی ایسی عظمت دلوں پر قائم رہتی ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے بھائی بھائی آپس میں یا بہن بھائی آپس میں اختلاف کر ہی نہیں سکتے۔ ابھی جرمنی کے دورے کے وقت ایک وہاں سکھ دوست ہیں جو بہت ہی جماعت سے محبت رکھتے ہیں اور حقیقت ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے عاشقانہ تعلق ہے۔ ایک دفعہ ایک احمدی دوست نے ان کی موجودگی میں مجھے فون کیا تو ایک دم انہوں نے اُٹھ کر کہا کہ تم بیٹھے ہوئے فون کر رہے ہو، میں نے تو آج تک اُن کو بیٹھ کے فون نہیں کیا تم کھڑے ہو جاؤ فوراً۔ اب ہم تو ایسی رسموں کے قائل نہیں ہیں لیکن میں ان کی محبت کا اظہار بتانا چاہتا ہوں۔ بے اختیار انہوں نے اتنے جذبے سے کہا کہ وہ بیچارہ بھی فوراً ڈر کے مارے کھڑا ہو گیا کہ ان پر بُرا اثر نہ پڑے تو یہ ان کے عشق کا حال ہے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ہمارے گھر ضرور آئیں۔ وہ ایک بڑا خاندان ہے اور اس خاندان کے متعلق مجھے علم ہے اُن کے ذریعے بھی، دوسرے ذریعے سے بھی کہ وہ آپس میں اکٹھے ہیں اور بہت ہی محبت کا تعلق ہے۔ میں گھر گیا تو وہاں مجھے پتا چلا کہ اصل وجہ کیا ہے۔ ان کی والدہ زندہ ہیں، نہایت نیک فطرت خاتون ہیں اور جس طرح آپ کے تصور میں ہمارے معاشرے میں پرانے زمانے کی بزرگ خواتین آسکتی ہیں ویسی ہیں وہ اور سارے بچوں کا ان سے ایسا احترام اور محبت کا تعلق ہے کہ کوئی اختلاف بھی ہو ان کے ایک لفظ پر ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہیں ہنستے ہوئے مجھے واقعہ سنایا کہ ان کی جائیداد تھی، ان کی کمائی ہوئی چیز تھی کسی بھائی نے فون پر کہا اپنی والدہ کو کہ وہ میں نے لینی ہے، انہوں نے کہا ہاں جی ہو گئی لے لو۔ کہتے ہیں میں منہ سے نکالنے ہی لگا تھا کہ یہ کیا بات؟ تو فوراً میں نے کہا نہیں نہیں آپ نے کہہ دیا تو ہو گئی، جو آپ کہیں وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

تو ایک خاندان میں اگر ایسی مثال ملتی ہے تو وہ روحانی خاندان جس کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

نبوت کی نعمت سے تم اخــوانا بن گئے۔اس سے بہتر مثال کیوں نہ پائی جائے اور امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعض فیصلے فقہی نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ خاندان کے ایک سربراہ کی طرح ایسے فیصلے ہوا کرتے تھے کہ جس کے متعلق آپ جانتے تھے کہ ہر شخص لازماً محبت سے قبول کرے گا۔اب آجکل کی دنیا میں اگر فقہی جھگڑے شروع ہو جائیں ماں ، بیٹوں اور باپ کے درمیان تو کوئی قاضی نہیں ہے جو بیٹے کی جائیداد کو کلیۃً باپ کے سپرد کر دے اور بیٹے کو کہے کہ تمہارا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے زمانے میں آپ کے ایک صحابی کے بیٹے نے آپؐ سے شکایت کی کہ میرا باپ مجھ سے یہ کرتا ہے اور یہ کرتا ہے، میرا پورا حق ادا نہیں کرتا۔ جب آنحضور ﷺ نے باپ کی طرف دیکھا وہ خاموش کھڑے تھے کوئی لفظ بھی نہیں بول رہے تھے۔آپؐ نے کہا بتاؤ تم تو کچھ بولو کیا بات ہے؟ اس پر انہوں نے عربی کے بعض اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ یہ چھوٹا تھا، اس کو چلنا نہیں آتا تھا، میں نے پیار اور محبت سے اس کو چلنا سکھایا، میں اس کی ٹانگیں بنا۔اس کو ہاتھوں سے کام لینا نہیں آتا تھا، لقمے منہ میں میں ڈالا کرتا تھا اور اس کے ہاتھ میں بن گیا۔اس کو بولنا نہیں آتا تھا میں اس کی زبان ہوا اور پھر اس کو میں نے بولنا سکھایا۔اسی طرح وہ اشعار مضمون کو آگے بڑھاتے رہے اور اس کے بعد اس نے کہا کہ اب یہ جب طاقتور ہو چکا ہے، اس کو چلنا آ گیا، اس کو ہاتھوں کا استعمال آ گیا، اس کو تیر چلانے میں نے سکھا دیئے تو اب میں ہی اس کا نشانہ بن رہا ہوں۔آنحضور فرط جذبات سے مغلوب ہو گئے اور اس بیٹے کو گریبان سے پکڑا اور کہا جا تو اور تیرا جو کچھ ہے وہ سارا تیرے باپ کا ہے اور اس بیٹے نے ایک لفظ احتجاج کا بلند کئے بغیر فوراً اس فیصلے کو قبول کر لیا۔اب ظاہر بات ہے یہ کوئی فقہی فیصلہ نہیں ہے۔یہ محبت اور عشق کا فیصلہ ہے جو آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ ان دونوں باپ بیٹا کو آپ سے ہے اور اس فیصلے کے بعد یہ جھگڑا نہیں تھا کہ انصاف کیا کہتا ہے اور فلاں بات کیا کہتی ہے، کس کی کمائی تھی اور کس کی نہیں تھی؟ ورنہ آجکل کے خاندانی جھگڑوں میں تو یہی چل رہا ہے کہ میرے باپ نے نہیں کمایا تھا اور میں نے کمایا تھا اور باپ کہتا ہے کہ میری کمائی میں سے اس کو میں نے خاص طور پر دیا تھا جو امانت ہے اور باقی بھائیوں کو یہ دے نہیں رہا۔اس قسم کے روز جھگڑے چلتے رہتے ہیں **لیکن خلافت کا مضمون ایک ایسا ہے جو آنحضرت ﷺ کی غلامی اور آپ کی برکت سے ان سب جھگڑوں کو طے کر سکتا ہے اگر وہی تعلق خلافت سے قائم ہو جو تعلق نبوت سکھاتی**

ہے اور عطا کرتی ہے۔ خلافت نہ سکھاتی ہے نہ عطا کرتی ہے نبوت کا فیض پاتی ہے اور وہی فیض ساری جماعت میں عام ہو جاتا ہے۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ جناب ہم تو آپ کے ایسے عاشق اور فدائی ہیں کہ جو آپ کہیں، آپ ہمیں کہیں کہ ہماری ساری جائیداد کسی کی ہو جائے تو ہم وہ کر دیں گے اور جب ان کا قضائی جھگڑا چل پڑے تو میں فیصلہ کروں تو کہتے ہیں اچھا یہ انصاف ہے؟ اس گدی پہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں، کہتے ہیں انصاف کرو، انصاف کرو اور خود انصاف نہیں آتا اور منتیں کر کے کوشش کر کے مجھے مجبور کر رہے ہوتے ہیں کہ آخری اپیل ہماری آپ سن لیں کیونکہ پچھلے لوگ سارے غیر متقی تھے اور آخری تقویٰ آپ کے پاس ہے ہم آپ کی بات مانیں گے۔ تو فیصلہ ان کے خلاف بھی ہو جاتا ہے تو اگر آپ نے اتفاق سے رہنا ہے، اگر ایک امت واحدہ بننا ہے اور اس ساری صدی میں ساری دنیا کو امت واحدہ میں تبدیل کرنا ہے تو حبل اللہ کو اس طرح پکڑیں جس طرح اوّل حبل اللہ کو صحابہؓ نے پکڑا تھا اور جب وہ حبل اللہ جدا ہونے والی تھی تو بعد میں آنے والی حبل اللہ کی پیشگوئی کی گئی اور اسی پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدرت ثانیہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اگر آپ سب یہ سمجھیں اور یقین رکھیں جیسا کہ واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ وقت ہر ایک میں برابر ہے اور ہر ایک سے محبت کرتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایسے فیصلے بھی کر سکتا ہے اور میں نے کئے ہیں جن میں انصاف کے جھگڑوں سے بالا ہو کر محبت کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اپنائیت کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعضوں پر بلند توقعات رکھتے ہوئے کہ وہ اس وقت قربانی کریں گے، ایسے فیصلے کرتا ہوں کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ اس کے بغیر حل ممکن نہیں ہے اور وہ انصاف کا فیصلہ اس قسم کا نہیں جو قضائی فیصلہ ہے ہرگز نہیں۔ ہاں جب قضائی فیصلوں کا وقت آتا ہے تو پھر یہ مضمون الگ ہو جاتا ہے۔ اس وقت میں خالصۃً قضائی فیصلے کرتا ہوں لیکن وہ لوگ جو قضائی فیصلوں میں بھی ناانصافی کے الزام لگاتے ہیں وہ دوسرے فیصلے سننے کے مجاز ہی نہیں ہو سکتے وہ تو برداشت ہی نہیں کر سکتے کوئی ایسا فیصلہ جس میں خاندان کے سربراہ کے طور پر محبت اور پیار کے فیصلے کئے جائیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بعض موقع پر کئے۔

تو حبل اللہ کے مضمون کو آپ سمجھیں اگر آپ نے اتفاق اور محبت سے دنیا میں رہنا ہے تو خلیفہ وقت سے جو بھی ہو، جب بھی ہو ایسا تعلق قائم کریں جس تعلق کا ایک نمونہ وہ سکھ خاندان دکھا رہا

ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے جو جرمنی میں آباد ہے اور خدا کے فضل سے لکھو کھہا کے مالک ہیں، کروڑہا کے مالک ہیں لیکن کسی بھائی بھائی کے درمیان، کسی بھائی بہن کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ کیونکہ وہ بزرگ ماں زندہ ہے جس کا لفظ ان کے لئے قانون بنا ہوا ہے۔ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ ایک انصاف کا تقاضا پورا کیا جائے تو جھگڑے طے نہیں ہو سکتے کیونکہ بعض لوگ ضدی ہوتے ہیں اور فساد قائم رہتا ہے۔ اس وقت اس خیال سے کہ ایک شخص زیادہ شریف سعید فطرت ہے اگر اس کے خلاف بھی فیصلہ کیا جائے تو وہ مان جائے گا۔ ایسا فیصلہ کرنا پڑتا ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے قضائی نہیں بلکہ اس کی محبت پر اعتماد کرتے ہوئے، اس پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ اپنے گھر میں بچوں کے اختلافات میں میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے اس طرح۔ ایک دفعہ دو بچیوں کی آپس میں لڑائی شروع ہوگئی کسی بات پر میں نے ایک فیصلہ کیا اس بچی نے کہا کہ ہیں ابا یہ کیا؟ آپ تو کہتے ہیں سچی بات کروں گا۔ میں نے کہا یہ سچی بات ہی ہے مجھے پتا ہے کہ تم مان جاؤ گی اور تم قربانی کروگی، اس پہ مجھے اتنی امید نہیں۔ فوراً اس نے سر پھینک دیا اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔ **تو توقعات کے بلند ہونے سے معاملہ انصاف سے بڑھ کر احسان میں آجاتا ہے** لیکن اگر کوئی انصاف کا مطالبہ کردے گا تو پھر لازماً خلیفہ وقت کو تنزل کر کے انصاف کے مضمون میں اُترنا پڑے گا، انصاف کی منزل پر واپس آنا پڑتا ہے پھر لیکن عموماً ایسے موقعوں پر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ جہاں پتا ہے کہ وہ فریق انصاف کا مطالبہ کرے گا نہیں بلکہ احسان کی فضاء میں ہی سانس لینا اپنے لئے زیادہ پسند کرے گا۔

**پس یہ وہ مضمون ہے جس کی میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔ میں ہوں یا میرے بعد دوسرے خلفاء ہوں ان کے ساتھ ایسا تعلق قائم کریں جو ایک خاندان کے ایسے سربراہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے کہ انسان اپنی چیز سمجھتا نہیں، ہر چیز اس کی سمجھتا ہے اور اس کے فیصلوں کو پھر اس نظر سے دیکھتا ہے، ایسی صورت میں کبھی جماعت میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا۔** اختلاف ہوں گے لیکن وہ ہٹ جایا کریں گے، دور ہو جایا کریں گے۔

**دوسری نصیحت اس ضمن میں یہ ہے کہ اپنے ذاتی اختلافات کو جماعت کی طرف منتقل نہ کیا کریں۔** یہ ایک بہت ہی خطرناک عادت ہے کہ بعض لوگ اپنے خاندانی جھگڑوں کو، اپنے ذاتی تعلقات کو نظام جماعت کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ یعنی جب وہ نظام جماعت میں کسی عہدے پر

فائض کئے جاتے ہیں تو گروہ بندی اپنے تعلقات کی بناء پر کرتے ہیں یا بعض لوگ ان سے اطاعت کا تعلق توڑ لیتے ہیں اس لئے کہ وہ دوسرے گروہ سے ان کے نزدیک تعلق رکھتا ہے۔ خواہ وہ حقیقت میں رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ ایسی جماعتوں میں میں نے دیکھا ہے سب سے لمبے فساد چلتے ہیں اور اکثر ایسی جماعتیں جہاں ہمیشہ جھگڑے ہوتے ہی چلے جاتے ہیں ٹھیک ہی نہیں ہوتے ان میں بنیادی نقص یہی ہوتا ہے کہ بعض جماعتیں خاندانی تعصّبات اور گروہوں میں بٹ چکی ہوتی ہیں اور جب کوئی عہدیدار آئے وہ سمجھتا ہے کہ اب مجھے وقت مل گیا ہے کہ میں اس عہدے کو استعمال کرتے ہوئے دوسرے خاندان کو نیچا دکھاؤں یا اگر کوئی متقی اوپر آ جائے تو دوسرے اعتماد نہیں کرتے پھر۔ وہ اس کی ہر بات پر بدظنی کرتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ یہ چونکہ فلاں گروہ سے فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے اس نے ہمیں نیچا دکھانا ہی دکھانا ہے۔

پس تقویٰ سے کام لیں، یہ مضمون ہی تقویٰ سے شروع ہوا ہے اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ اگر تم تقویٰ کا حق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرو گے تو پھر تمہارے اختلاف کبھی دور نہیں ہوں گے۔ پس پہلی آیت میں اختلاف دور کرنے کے لئے یا اختلافات سے بچنے کے لئے ایک بہت ہی گہرا اور دائمی سبق عطا فرما دیا گیا جس کا استعمال کبھی بھی انسان کو مایوس نہیں کر سکتا۔ **اختلاف دور کرنے کی جان تقویٰ ہے اور آنحضرت ﷺ چونکہ تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر فائض تھے بلکہ کائنات کے سب سے زیادہ متقی انسان تھے اس لئے اس تقویٰ کی برکت ہی تھی کہ آپ نے لڑتے ہوؤں کو ایک کر دیا۔** پس جو خود متقی ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خود لڑائی کا موجب بن جائے۔ جس کا تقویٰ اس عظمت کا حامل ہو کہ دوسروں کو ایک کر رہا ہو ایسے شخص سے افتراق کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس تقویٰ کا اعلیٰ تقاضا یہی ہے کہ آپ لوگ خدا کے نام پر اکٹھے ہوں اور اپنے فیصلوں میں کبھی بھی جنبہ داری اور رشتہ داری یا آپس کے اختلافات کو جماعتی حالات میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔ اور ہر موقع پر ہر صورت میں وہاں انصاف پر قائم رہیں۔ پس پہلا مضمون احسان کا مضمون ہے خلافت کے ساتھ تعلق میں اور یہ مضمون انصاف کا مضمون ہے اور عدل کے اعلیٰ تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔ نظام جماعت میں آپ ہمیشہ عدل کے اعلیٰ تقاضے پورے کریں۔

یہ مضمون بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے کہ جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ یہاں اُمَّةٌ کا معنی عموماً مفسرین یہ لیتے ہیں کہ تم میں سے ایک حصہ ہو صرف۔ یعنی باقی لوگ بے شک نصیحتیں نیک کاموں کی نہ کریں، برے کاموں سے نہ روکیں لیکن تم میں سے ایک حصہ ہو جو یہ کام کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُمَّةٌ میں جونکرے کا استعمال ہے وہ عظمت کے لئے ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ تم میں ایک عظیم قوم ایسی پیدا ہو جانی چاہئے، اپنی کثرت کے لحاظ سے اور اپنے تقویٰ کی بلندی کے لحاظ سے اور کثرت کے ساتھ پرخلوص نصیحتیں کرنے کے اعتبار سے ایک ایسی قوم ہو جس کو اُمَّةٌ کہا جائے یعنی ایک عظیم الشان قوم۔ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کہ وہ ہمیشہ خیر کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا، نیک کاموں کا، حسن معاشرت کا، معروف میں ساری چیزیں آ جاتی ہیں، حسن معاشرت کا حکم دیں وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برے کاموں سے روکنا شروع کریں۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو درحقیقت نجات پانے والے ہیں۔ یہ مضمون بیان کر کے پھر اختلاف کا مضمون دوبارہ شروع کیا گیا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ جن قوموں میں نصیحت کرنے والے کثرت کے ساتھ ہوں اور ان کی نصیحتوں میں عظمت پائی جائے۔ بُرے کاموں سے روکنے والے کثرت سے موجود ہوں اور ان کے روکنے میں ایک قوت پائی جائے، وہ قومیں ہلاک نہیں ہوا کرتیں اس لئے اختلافات سے بچنے اور برائیوں سے بچنے کے لئے تم لوگ گونگی شرافت کی بجائے ایک بولنے والی شرافت اختیار کرو۔ تمہاری شرافت میں انفرادیت نہیں ہونی چاہئے بلکہ تمہاری شرافت باہر نکلے اور لوگوں کو شریف بنانے والی شرافت ہو۔ ایسی شرافت نہ ہو کہ جی ٹھیک ہے جو کچھ ہو رہا ہے ہو رہا ہے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس مضمون کو پرانے مفسرین میں سے تو کبھی کسی نے غلط نہیں سمجھا لیکن آجکل کے مفسرین اس کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ زبردستی بھی لوگوں کو روکو اور ڈنڈے مار مار کے نمازیں پڑھاؤ، ڈنڈے مار مار کے فلاں بری باتوں سے روکو حالانکہ اس مضمون میں دور کا اشارہ بھی اس بات کا نہیں یعنی اس آیت میں اس مضمون کا کوئی اشارہ نہیں۔ نصیحت کا اشارہ ہے اور نصیحت کی

عظمت کا ذکر ہے۔ کثرت کے ساتھ نصیحتیں کرو۔ اپنے معاشرے پر نظر رکھو، برائیوں سے روکو، اچھے کاموں کی تلقین کرو۔ یہ اگر تم کرو تو پھر اس کے نتیجے میں ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ تم لازماً نجات پانے والے ہو گے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ہر گز ایسے لوگ نہ بن جانا جو بکھر گئے، متفرق ہو گئے وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ اور کھلے کھلے نشانات پانے کے باوجود، ان نشانات کے آنے کے بعد پھر انہوں نے آپس میں اختلاف شروع کر دیئے۔ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ان کے لئے بہت بڑا عذاب مقدر ہے اور عَذَابٌ عَظِيمٌ کی ایک شکل تو اس دنیا میں بھی ہو سکتی ہے مگر اگلی آیت جو شکل بتا رہی ہے وہ آخرت سے تعلق رکھنے والی ہے۔ وہ ہے يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جب بعض چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور بعض چہرے سفید اور روشن دکھائی دیں گے۔ فَاَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ پس وہ چہرے جو سیاہ ہوں گے ان کو مخاطب کرتے ہوئے گویا ہم کہیں گے اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے اور فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ پس اس عذاب کو چکھو۔ وہی عذاب جو پہلے جس کا ذکر ہے عَذَابٌ عَظِيمٌ دراصل اسی طرف اشارہ ہے۔ اس عذاب کو چکھو جس کا تم بوجہ اس کے کہ تم نے انکار کر دیا اور تم نے کفر کی حالت اختیار کر لی وَاَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ۔ وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے اور سفید ہوں گے ان کے متعلق خوشخبری یہ ہے کہ وہ اللہ کی رحمت میں ہیں اور ہمیشہ اس رحمت میں رہیں گے۔ کیونکہ اختلاف کا مضمون چل رہا ہے اس لئے یہاں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو خدا کی رسی کو پکڑے رکھیں گے ان کے اوپر کفر کو غلبہ نہیں ہوگا اور وہ لوگ جو خدا کی رسی کو چھوڑ دیں گے ان کے جو باہمی اختلافات ہیں جو شروع میں آپ کو نجی اور معمولی دکھائی دیں گے، وہ اختلافات رفتہ رفتہ ان کو کفر کی طرف دھکیل دیں گے۔ پس آپ کے ایمان کی ضمانت حبل اللہ کو پکڑے رہنے میں ہے۔ اگر آپ حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے تو لازماً آپ کے ایمان کی حفاظت کا وعدہ ہے اور قیامت کے دن آپ روشن چہروں کے ساتھ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔ اگر اس رسی کو چھوڑ دیا تو اس کا لازماً نتیجہ یہ ہے کہ بالآخر آپ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس کفر کے بعد

پھر چونکہ ایمان پانے کے بعد کفر نصیب ہوا ہے اس کا ایک بہت بڑا عذاب مقدر کیا گیا ہے یعنی سیاہ چہروں کے ساتھ، منحوس ایسے چہروں کے ساتھ جن پر گویا رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہو، دوبارہ ایسی حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ دیکھنے والوں کو بھی ان کے چہرے سیاہ دکھائی دے رہے ہوں گے۔ پس یہ سزا بہت ہی دردناک سزا ہے اور بہت ہی خوفناک عذاب ہے۔ اس سے بچنے کا طریق پہلے ہی بیان فرما دیا گیا ہے کہ حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم ایک قوم بنے رہو گے اور قیامت کے دن روشن چہروں کے ساتھ تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ فرماتا ہے تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۰۹) یہ آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ تجھ پر تلاوت کر رہے ہیں۔ اے محمد ﷺ یہ نصیحتیں ہیں جو ہم تجھے کر رہے ہیں اور بہت ہی سچی نصیحتیں ہیں ان کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ یہ جو خوفناک عذاب بتایا گیا ہے اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہوں گے جو ان نصیحتوں کو سننے کے بعد ان کا انکار کریں گے اور ان سے اعراض کریں گے ورنہ اللہ دنیا میں اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کیا کرتا۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ یہ دن جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا دن ہے اور اس نئی صدی کا پہلا دن ہے جو آج ظاہر ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ کے وصال کے دن آتے رہیں گے لیکن اس دن کو تاریخی لحاظ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہے کہ اگلی صدی میں داخل ہونے کے بعد یہ پہلا جمعہ ہم نے دیکھا ہے جو ۲۶ رمئی کو واقع ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا دن ہے۔ پس اس دن کو یاد رکھتے ہوئے ہمیشہ ان نصائح کو پیش نظر رکھا کریں جو قرآن کریم کی ان آیات میں بیان کی گئی ہیں اور خلافت کے ساتھ وفا کے عہد کو دہرایا کریں اور خدا کی اس رسی کو جو آپ کے لئے دائمی کر دی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھ سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت تک اب یہ رسی قائم رہے گی۔ اس قدرت ثانیہ کے ساتھ چمٹے رہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ آپ کے سارے اختلافات دور فرما دیا کرے گا اور آپ کو وحدت کی لڑی میں پروئے رکھے گا اور ہمیشہ آپ کے ساتھ حسن اور احسان کا معاملہ کرتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کے ساتھ اب میں اس خطاب کو ختم کرتا ہوں۔ آپ

فرماتے ہیں:

''سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو ۲ قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو ۲ جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے (بہت ہی عظیم الشان خوشخبری دی گئی ہے۔وہ قدرت دائمی ہے ) جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔'' (الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ: ۳۰۵)

پس میں امید رکھتا ہوں کہ یہ قدرت جو ہمیشہ جماعت احمدیہ کے ساتھ رہے گی جماعت احمدیہ کا ہر فرد بھی اس قدرت کے ساتھ رہے گا اور کبھی اس سے بیوفائی نہیں کرے گا۔